بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت اقدس میں نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام درج ذیل مسئلوں کے بارے میں کہ:

1) اگر کسی شخص نے امسال ۱۴۳۷ھ رمضان کراچی میں شروع کیا، جہاں کل روزے ۲۹ ہوئے، اور حرمین میں رمضان مکمل کیا جہاں روزے کل ۳۰ ہوئے، جس کی وجہ سے اس شخص نے کل ۲۹ روزے رکھے کیونکہ رمضان پاکستان میں سعودی عرب سے ایک دن بعد شروع ہوا، تو کیا ایسے شخص کو ایک روزے کی قضاء رکھنی چاہئے؟

2) ایک شخص اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد (جو مختلف کمپنیوں کے حصص پر جن میں والد خود انتظامی فرائض انجام دیتے ہیں، اور زمینوں وغیرہ پر مشتمل ہے) اولاد کو ہبہ کرنا چاہتا ہے، البتہ ساتھ ہی یہ چاہتا ہے کہ جب تک وہ حیات ہے، اُسے جائیداد کی آمدنی حاصل ہوتی رہے، حل کے طور پر یہ تجویز ذہن میں آئی کہ ایک قانونی تشخص رکھنے والی کمپنی قائم کی جائے، جس کی ۹۵ فیصد کی حد تک اولاد مالک ہوں اور باقی ۵ فیصد کا مالک خود والد ہو، پھر والد اپنی جائیداد اس کمپنی کے ہاتھ معمولی رقم کے عوض فروخت کرے، اور پھر یہ طے کیا جائے کہ اس کمپنی کے کام، اور انتظام، خود والد تا حیات انجام دیگا، لہٰذا شریک عامل ہونے کی وجہ سے نفع اور آمدنی میں اُس کا حصہ ۹۹ فیصد ہوگا اور اولاد کا صرف ایک فیصد ہوگا۔ آیا یہ حل شرعاً درست ہو سکتا ہے؟

بینوا توجروا

جزاکم اللہ أحسن الجزاء فی الدارین

والسلام علیکم

بندہ شاکر صدیق جکھورا

دار الافتاء
فتوی نمبر ۳۸/۱۸۲۹

(جواب منسلک ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

(۱).........کسی شخص کے حق میں رمضان کے روزوں کے نفسِ وجوب کا سبب شُہودِ شہر ہے۔اور شُہود الشہر ہر علاقے میں وہاں کا معتبر ہے۔لہٰذا جو شخص دورانِ رمضان پاکستان سے سعودی عرب چلا جائے تو چونکہ سعودی عرب پہنچنے کے بعد وہاں بھی اس شخص کے حق میں شُہود الشہر متحقق ہے جو کہ موجبِ فرضیتِ صوم ہے اس لئے اہلِ سعودی عرب کے مطابق روزوں کی تعداد پوری کرنا اس شخص پر لازم ہوگی۔ چنانچہ صورتِ مسئولہ میں جبکہ پاکستان میں ۲۹ روزے ہوئے اور سعودی عرب میں ۳۰ روزے ہوئے ہیں، اور دورانِ رمضان پاکستان سے سعودی عرب جانے والے شخص نے ۲۹ روزے رکھے ہیں تو ایک روزے کی قضاء اس پر لازم ہوگی۔ (ماخوذ از فتاوی عثمانی: ۲/۱۷۷)

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کوئی شخص دورانِ رمضان سعودی عرب سے پاکستان آگیا تو چونکہ عام طور پر پاکستان میں سعودی عرب کے بعد رمضان شروع ہوتا ہے اس لئے اگر بالفرض پاکستان آنے والے شخص کا اکتیسواں روزہ بنتا ہو تب بھی رمضان موجود ہونے کی وجہ سے اس پر اہلِ پاکستان کی طرح روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

فی القرآن الکریم (البقرة : ۱۸۵)

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ـ

وفی سنن الترمذی (كتاب الصوم ، باب ما جاء الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون الخ)

عن أبي هريرة رضي الله عنهٗ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والأضحى يوم تضحون ـ

قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب وفسر بعض أهل العلم هذا الحديث فقال إنما معنى هذا أن الصوم والفطر مع الجماعة وعظم الناس ـ

وفی الشامية (۳۸۴/۲)

تنبيه : لو صام رائي هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذي وغيره ـ

(۲).........سوال میں جو تجویز لکھی گئی ہے اس کا بنیادی خاکہ درست ہے، البتہ ''قانونی تشخص رکھنے والی کمپنی'' کے قیام کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آئی ۔ کیونکہ جب ۹۵ فیصد کی مالک اولاد ہو اور ۵ فیصد کا مالک والد ہو اور والد کے شریکِ عامل ہونے کی وجہ سے نفع زیادہ مقرر کیا جائے تو اس کے لئے ایسی کوئی قانونی تشخص کی حامل کمپنی قائم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ براہِ راست اولاد کو ۹۵ فیصد املاک فروخت کر کے بھی یہ معاہدہ کیا جا سکتا ہے، اگرچہ قانونی تشخص کی

(جاری ہے)

حامل کمپنی بنانے کی کوئی ممانعت بھی نہیں۔ اسی طرح تجویز میں اولاد کے حصوں کا تعین نہیں کیا گیا کہ علی التساوی ہونگے یا حسب المیراث؟ نیز مذکورہ شخص کی بیوی اگر حیات ہو تو اس کا ذکر بھی نہیں، جبکہ یہ عمل زندگی میں ہبہ کرنے کا ہے اور اس میں بیوی کو بالکلیہ محروم رکھنا بہتر نہیں۔

لہٰذا کمپنی قائم کی جائے یا اولاد کو براہ راست جائیداد فروخت کر کے معاہدہ کیا جائے دونوں صورتوں میں زندگی میں تقسیم جائیداد کے شرعی اصول کو مدِ نظر رکھنا چاہئے کہ:

الف...... والد سب سے پہلے اپنے لئے جتنا حصہ رکھنا چاہیں رکھ لیں۔

ب...... پھر بیوی اگر حیات ہو تو اس کو بھی کم از کم آٹھواں حصہ دیدیں اگر ان کا حصہ متعین کر کے قبضہ میں دینا ممکن ہو، ورنہ فروخت کر دیں اور قیمت معاف کر دیں۔

ج...... اس کے بعد تمام بیٹے بیٹیوں کو برابر جائیداد وغیرہ تقسیم کر دیں اگر ہر ایک کو اس کا حصہ جداگانہ طور پر دینا ممکن ہو، ورنہ حصے متعین کر کے فروخت کر دیں اور قیمت معاف کر دیں۔ بیٹے بیٹیوں کو برابر دینا افضل ہے۔ لیکن اگر اصولِ میراث کے مطابق بیٹوں کا حصہ بیٹیوں سے دوگنا ہو تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ کسی کے زیادہ ضرورتمند ہونے کی وجہ سے اس کا حصہ کچھ زیادہ مقرر کرنا بھی درست ہے۔ اگر کسی بیٹے یا بیٹی کو پہلے کچھ مال دیا ہو تو اس کو بھی تقسیم میں شامل کر لینا چاہئے تا کہ حتی الامکان انصاف پر عمل ہو سکے۔

د...... اگر تقسیم کر کے دینا ممکن ہو تو ہر ایک اس کو حصہ متعین کر کے مالک بنا کر دیدیں۔ ورنہ ہر ایک کو اس کو حصہ فروخت کر کے قیمت معاف کر دیں۔

ہ...... اس کے بعد بیوی اور اولاد سے یا بیوی نہ ہو تو صرف اولاد سے شرکت کا معاملہ کر لیں۔ اور والد خود شریک عامل ہو جبکہ دیگر افراد غیر عامل شریک ہوں تو عمل اور انتظامی دیکھ بھال کی وجہ سے والد کے نفع کا تناسب سرمایہ سے زیادہ مقرر کرنا درست ہے۔ پھر ۹۹ فیصد والد کا ہو اور ایک فیصد اولاد کا یا اس کے علاوہ جو بھی تناسب بالاتفاق طے ہو جائے اس کے مطابق نفع کی تقسیم درست ہوگی۔

و...... والد نے اپنے لئے جتنا حصہ رکھا ہو وہ والد کی ملکیت ہوگا اور والد کے انتقال کے بعد اس وقت موجود ورثاء میں حسب میراث تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بندہ محمود الحسن عفی عنہ)
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۸/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ
21/ستبر 2016ء

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف عفا اللہ عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۸/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۸/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ